# زکوٰۃ کا مصرف ''فی سبیل اللہ''

تحریر: انجینئر نوید احمد

ادارۂ حکمتِ قرآن ''زکوٰۃ کا مصرف فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر مختلف اہلِ علم کے مقالہ جات شائع کر کے دورِ حاضر کی دینی ضروریات کے اعتبار سے ایک اہم خدمت انجام دے رہا ہے ــــــ اس موضوع پر راقم نے صاحبانِ علم کی تحریروں سے جو استفادہ کیا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل سطور میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

سورۃ التوبہ آیت ۶۰ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک مصرف ہے ''فی سبیل اللہ''۔ اس مصرف کے حوالے سے اہلِ علم کی تین آراء ہیں، یعنی اس سے مراد ہے:

۱) قتال فی سبیل اللہ۔

۲) ہر وہ کوشش جس کا مقصد غلبۂ دین ہو۔

۳) انسانی فلاح و بہبود کا ہر کام۔

برعظیم پاک و ہند کے اکثر علمائے کرام پہلی رائے ہی کو صائب سمجھتے ہیں اور فی سبیل اللہ کے مصرف کے لئے دیگر دو آراء کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی کو درست قرار نہیں دیتے۔ البتہ اپنے اس موقف کے لئے وہ قرآنِ حکیم، احادیثِ مبارکہ اور تعاملِ صحابہ کرامؓ سے ٹھوس دلائل فراہم نہیں کرتے۔ آیئے اس حوالہ سے ہم قرآنِ حکیم، حدیثِ نبوی ﷺ، آثارِ صحابہؓ اور سلف صالحین کی آراء سے ملنے والی رہنمائی کا جائزہ لیتے ہیں۔

## قرآنِ حکیم سے رہنمائی:

قرآنِ حکیم میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح مندرجہ بالا تینوں آراء کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ میں اس اصطلاح کو کسی ایک رائے

کے لئے مخصوص کرلیا جائے۔ پہلی رائے یعنی قتال کے لئے فی سبیل اللہ کی اصطلاح سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۵ میں آئی ہے:

﴿وَاَنْفِقُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو''۔

دوسری رائے کے ضمن میں علمِ دین کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے یہ اصطلاح بیان ہوئی ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۳ میں ارشاد ہوا:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ﴾

''اُن فقراء کے لئے (خرچ کیا جائے) جو اللہ کی راہ میں بندھ گئے ہیں اور زمین میں (اپنی گزراوقات کے لئے) ہاتھ پاؤں نہیں مار سکتے''۔

سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۱ میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح تیسری رائے یعنی عام مصارفِ خیر کے لئے بیان ہوئی ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ﴾

''اُن لوگوں (کے خرچ) کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے جو اُگائے سات بالیاں ہر بالی میں ہوں سو دانے''۔

## احادیثِ مبارکہ سے رہنمائی:

احادیثِ مبارکہ میں سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ میں بیان کردہ زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کی وضاحت کے بارے میں کوئی روایت بیان نہیں کی جاتی۔ اس حوالے سے صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ:

عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ درست نہیں ہے غنی کے لئے، لیکن پانچ اشخاص کے لئے (اگرچہ وہ غنی ہوں) ایک تو غازی اللہ کے راستہ میں، دوسرے عاملِ زکوٰۃ، تیسرے قرض دار، چوتھے وہ غنی جو زکوٰۃ کو اپنے مال کے بدلہ خرید لے اور پانچواں وہ جس کا ہمسایہ ایک مسکین ہو اور وہ صدقہ میں ملنے والی کوئی چیز اِسے تحفہ کے طور پر بھیج دے''۔ (موطا امام مالک، ابوداؤد)

یہ حدیث سورۃ التوبۃ کی آیت ۶۰ میں فی سبیل اللہ کی تشریح کے طور پر نہیں ہے۔ نبی

اکرم ﷺ سے ایک سوال پوچھا گیا اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں اُس غازی کا بھی ذکر فرمایا جو قتال فی سبیل اللہ میں شرکت کر رہا ہو۔ لہٰذا اس حدیث کو فی سبیل اللہ کی وضاحت کے طور پر پیش کرنا درست نہیں۔ اس حدیث سے غازی پر غنی ہونے کی صورت میں بھی جنگی مقاصد کے لئے زکوٰۃ خرچ کرنے کا جواز تو ثابت ہوتا ہے لیکن یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف غازی پر خرچ کرنا ہے۔ البتہ احناف سرے سے اس حدیث کی صحت کے ہی قائل نہیں۔ ان کے نزدیک ''عَامِلِینَ عَلَیھَا'' کے علاوہ تمام مصارفِ زکوٰۃ میں ادائیگی کے لئے فقر شرط لازم ہے اور غنی کو کسی صورت میں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ مذکورہ حدیث کے بارے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیرِ مظہری جلد دوم' صفحہ ۲۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں اس حدیث کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے۔ زید بن اسلم کے قول میں اختلاف ہے۔ ایک قول میں آیا ہے کہ زید بن اسلم نے عطاء کی روایت سے بیان کیا' اور عطاء نے مرسلاً (بغیر ذکر صحابیؓ کے) بیان کیا' جیسا کہ امام مالکؒ نے موطاً میں لکھا ہے اور موطاً سے ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ دوسرے قول میں آیا ہے کہ زید نے بروایت لیث بیان کیا ہے۔ تیسرے قول میں ہے کہ زید نے بروایت عطاء اور عطاء نے حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے بیان کیا۔ یہ تمام روایات ابوداؤد میں مذکور ہیں۔

متن حدیث میں اضطراب کا ثبوت یہ ہے کہ عطاء کی مرسلاً روایت سے جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ تو اوپر ذکر کر دی گئی ہے لیکن ابوداؤد نے عمران بارقی کی وساطت سے عطاء کی روایت از ابوسعید خدریؓ ان الفاظ میں بیان کی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زکوٰۃ کسی غنی کے لئے حلال نہیں سوائے مجاہد فی سبیل اللہ کے یا مسافر کے یا اس غریب ہمسایہ کے ہدیہ کے جس کو زکوٰۃ کا مال ملا ہو اور وہ بطور ہدیہ تم کو دے دے یا تمہاری دعوت کر دے''۔ ابن ہمام نے لکھا ہے بعض علماء کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں اور ثابت بھی ہے تو حضرت معاذؓ والی حدیث کے برابر قوی نہیں اور اگر اس کی برابر قوی بھی مان لی جائے تب بھی حدیث معاذؓ قابلِ ترجیح ہے کیوں کہ وہ ممانعت کی حدیث ہے' اور یہ اباحت کی۔ (یعنی معاذؓ کی حدیث میں غنی کو زکوٰۃ کا مال دینے کی ممانعت ہے اور اس حدیث میں غنی کے بعض اقسام کو زکوٰۃ کا مال لینے کی اجازت ہے) اور حکم ممانعت حکم اباحت پر ترجیح رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ

اباحت کا حکم بھی تاویل کا محتاج ہے۔مجاہد کو زکوٰۃ کا مال لینا اُس وقت جائز کیا گیا ہے جب اس کا کچھ حصہ سرکاری رجسٹر یا مال گودام میں نہ ہو اور نہ اس نے فئے میں سے کچھ لیا ہو' حالانکہ حدیث میں عموم ہے (مجاہد کے لئے جوازِ زکوٰۃ کی یہ شرط نہیں ہے) اور ظاہر ہے کہ جو حدیث محتاجِ تاویل ہو (اور شروط قیاسیہ کے ساتھ مشروط ہو) وہ اس حدیث کے مقابلہ میں ضعیف ہوتی ہے جو محتاجِ تاویل نہ ہو۔''

نبی اکرم ﷺ کے ایک اور ارشاد کی بنیاد پر یہ دلیل دی گئی ہے کہ کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ نے خود مقرر فرما دیئے ہیں اور ان میں خود رسول اللہ ﷺ کو بھی تبدیلی کا اختیار نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد حسب ذیل ہے:

''ایک بار ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ دینے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے شخص اللہ نے زکوٰۃ کی تقسیم میں کسی انسان کو بلکہ پیغمبر تک کو کوئی اختیار نہیں دیا بلکہ اس کی تقسیم خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور اس کے آٹھ مصارف مقرر فرما دیئے ہیں۔ اگر تم ان آٹھ میں ہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دے سکتا ہوں''۔ (ابوداؤد و دارقطنی' بحوالہ تفسیر معارف القرآن ۴/۳۹۳)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اس شخص پر جس نے زکوٰۃ طلب کی تھی' واضح فرمایا کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ نے طے کیے ہیں' اگر تم ان میں سے کسی مصرف کے زمرے میں آتے ہو تو زکوٰۃ لے سکتے ہو ورنہ نہیں۔ اس حدیث سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے یہی آٹھ مصارف ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے طے شدہ ہیں لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو ان مصارف کے حوالے سے کسی جزوی یا داخلی تحدید کا اختیار ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے خاندانِ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے سے منع فرما دیا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مؤلفۃ القلوب کے مصرف میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو موقوف فرما دیا۔

## آثارِ صحابہ کرامؓ سے رہنمائی:

فی سبیل اللہ کے مصرف کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی محض قتال تک محدود نہ سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کا واقعہ علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن ابی نعم (جن کی کنیت ابوالحکم ہے) بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر تھا' اسی دوران ایک خاتون حاضر ہوئیں اور حضرت ابنِ عمرؓ سے دریافت کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! میرے شوہر نے اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ

کرنے کی وصیت کی تھی (میں اسے کہاں خرچ کروں؟) حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: اس کی وصیت کے مطابق وہ مال فی سبیل اللہ خرچ کرو۔ میں نے عرض کیا: اس خاتون کے سوال کا آپ نے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: اے ابنِ ابی نعم! تمہاری کیا رائے ہے' کیا میں خاتون کو یہ حکم دوں کہ وہ مال ان فوجیوں کو دے جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور رہزنی کرتے ہیں؟ ابنِ ابی نعم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابنِ عمرؓ سے عرض کیا: پھر آپ عورت کو وہ مال کہاں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: میں اسے حکم دیتا ہوں کہ یہ مال صالحین کی جماعت کو دے یعنی بیت اللہ کے حاجیوں کو' وہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں' وہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں' وہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں' شیطان کے وفد کی طرح نہیں ہیں (حضرت ابنِ عمرؓ نے یہ بات تین بار فرمائی) میں نے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! شیطان کا وفد کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو لوگ ان امراء کے پاس جاکر چغلیاں کھاتے ہیں' مسلمانوں کی جھوٹی شکایتیں کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں انہیں انعامات اور عطیوں سے نوازا جاتا ہے۔'' (مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ' صفحات ۶۹۔۷۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں دینِ اسلام غالب تھا اور اس کی توسیع کے لئے فی سبیل اللہ کی صورت قتال ہی تھی۔ لیکن آپؓ نے بوجوہ قتال کے بجائے حجاج کی اعانت کو ترجیح دی۔ گویا دورِ صحابہ میں بھی فی سبیل اللہ کے مصرف کو محض قتال تک محدود سمجھنا درست نہیں۔

دورِ خلافتِ راشدہ میں زکوٰۃ کے محدود استعمال کے لئے کوئی روایت بیان نہیں کی جاتی۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے قائم کردہ ادارے دارالعلوم کراچی کے استاد محمد کمال الدین احمد راشدی صاحب نے اپنی کتاب ''مالِ حرام اور اس کے شرعی مصارف و احکام'' میں صفحہ ۵۸ پر تحریر فرمایا ہے:

''خلفائے راشدین کے دور میں بیت المال میں زیادہ تر زکوٰۃ جمع ہوا کرتی تھی۔ بعد میں مالِ غنیمت اور خراج میں اضافہ ہوگیا۔ حکومت کو چلانے میں بیت المال کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے یہ صراحت ہو کہ بیت المال میں مختلف مصارف کے لئے علیحدہ علیحدہ حساب رکھا جاتا تھا۔ جو کچھ آتا وہ بیت المال کا حصہ بن جاتا اور سارے اخراجات اس سے پورے کئے جاتے تھے۔ آج بھی اگر اسی طریقے کو اپنایا جائے تو ہم غیر اسلامی نظام سے چھٹکارا پاسکتے ہیں۔

اسلام سے پہلے ٹیکس رائج تھے' اسلام نے ان کو کس طرح ختم کیا یا غیر مسلموں کے لئے منظم کیا' اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ اسلام سے پہلے جو مالی نظام تھا وہ کتنا جابرانہ اور ظالمانہ نظام تھا' اسلام نے اس کی جگہ منصفانہ اور عادلانہ نظامِ زکوٰۃ کس طرح رائج کیا جس سے امیری اور غریبی کا فرق مٹ گیا اور ایک ایسا وقت آیا کہ مسلمانوں میں کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا نہ رہا۔''

کمال الدین احمد راشدی صاحب کی اس کتاب کی تحسین کرنے والوں اور تقریظ لکھنے والوں میں مفتی نظام الدین شامزئی صاحب اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ایسے اصحاب علم کے شامل ہونے سے اس کی صحت و وقعت دوچند ہو جاتی ہے۔

## سلف صالحین کی آراء سے رہنمائی:

ائمہ اربعہ کے نزدیک مصرف زکوٰۃ فی سبیل اللہ سے مراد قتال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دور میں دینِ اسلام غالب تھا اور اعلاء کلمۃ اللہ کی تصدیر کے لئے فی سبیل اللہ کی صورت قتال ہی تھی۔ البتہ جیسے ہی دین مغلوب ہوا تو فی سبیل اللہ کے وسیع مصرف کی آراء بھی سلف صالحین کی طرف سے پیش کی جانے لگیں۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے عالمِ دین مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب موضوعِ زیرِ بحث پر اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

''میرے مطالعہ و تحقیق کی حد تک فقہاء احناف میں فی سبیل اللہ کے مصداق میں تعمیم کرنے والے پہلے شخص ملک العلماء علاء الدین بن مسعود کاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) ہیں۔ ملک العلماء کاسانی صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) کے معاصر ہیں۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے قول 'وفی سبیل اللہ'' سے مراد تمام امورِ خیر ہیں۔ لہٰذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت اور امورِ خیر میں سعی کرے' بشرطیکہ وہ شخص محتاج ہو۔''

کاسانی کے بعد دوسرے شخص صاحب فتاویٰ ظہیریہ ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد (متوفی ۶۱۹ھ) ہیں' انہوں نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا۔ بعد کے فقہاء نے بر سبیل تذکرہ ان دونوں کی رائے بھی نقل کر دی لیکن ترجیح جمہور کے مسلک کو دی جاتی رہی۔'' (مصرف زکوٰۃ فی سبیل اللہ' صفحات ۶۴۔۶۵)

جناب یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب فقہ الزکوٰۃ جلد دوم میں اسلاف کی حسب ذیل

آراء تحریر کی ہیں:

امام رازیؒ نے شافعی مسلک کے فقیہ قفال کی رائے اپنی تفسیر میں لکھی ہے کہ:

''فی سبیل اللہ سے مراد خیر کے تمام کام ہیں بلکہ اسے مُردوں کی تکفین' حفاظتی قلعے بنانے اور تعمیرِ مساجد میں صرف کرنا درست ہے' اس لئے کہ فی سبیل اللہ ان تمام کے لئے عام ہے۔'' (فقہ الزکوٰۃ جلد دوم' صفحہ ۱۳۶)

یوسف القرضاوی اس کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

''لیکن قفال نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ فقہاء کون ہیں' حالانکہ محققین کے نزدیک فقیہ مجتہد کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر رازیؒ نے بھی اس پر کوئی گرفت نہیں کی جس سے یہ محسوس ہوتا ہو کہ شاید امام رازیؒ بھی اسی جانب جھکاؤ اور میلان رکھتے ہیں۔'' (فقہ الزکوٰۃ جلد دوم' صفحہ ۱۳۶)

امام طبریؒ ''فی سبیل اللہ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''اس سے مراد اللہ کے دین کی تائید' اسلامی شریعت کی تأسیس پر صرف کرنا فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ دشمنانِ اسلام سے جہاد اور قتال اور کفار سے جنگ اسی جدوجہد کا ایک حصہ ہے' کیونکہ کبھی اللہ کے دین کی تائید و نصرت کے لئے قتال اور جنگ کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے' بلکہ بعض حالات میں یہی ایک ناگزیر طریقہ رہ جاتا ہے جس سے نصرتِ دین ہو سکتی ہے' لیکن ایسے ادوار بھی آتے ہیں کہ جن میں نظریاتی جدّ وجہد' جنگی اور مادی جدّ وجہد سے کہیں زیادہ مؤثر' گہری اور عمیق ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے دور میں ہے۔'' (فقہ الزکوٰۃ جلد دوم' صفحات ۱۵۳-۱۵۴)

علامہ ابن اثیرؒ فرماتے ہیں کہ:

''سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جو ہر اُس عمل کو شامل ہے جس کا مقصود رضائے الٰہی ہو خواہ وہ عمل فرض ہو یا نفل یا مستحب' اور مطلقاً اس لفظ کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے اور اس معنی میں یہ لفظ اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ اس کا مفہوم جہاد ہی متصور ہونے لگا ہے۔'' (فقہ الزکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۱۲۵)

مصارفِ زکوٰۃ کے حوالے سے سب سے زیادہ انقلابی رائے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ہے جو انہوں نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں دی ہے:

''میں کہتا ہوں اس تقدیر پر اللہ پاک کے اس حکم ''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ'' میں حصر اضافی یعنی ان مصارف کی نسبت حصر ہے جن کو منافقین اپنی خواہش کے موافق

زکوٰۃ کا مصرف بنانا چاہتے تھے' جیسے کہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں رمز یہ ہے کہ حوائج بے شمار ہوا کرتے ہیں اور ان شہروں میں جن کے باشندے صرف مسلمان ہی ہیں' بیت المال کے اندر کوئی اور مال کثیر نہیں ہوتا' لٰہذا اس میں وسعت دینا ضروری ہے تا کہ شہر کے حوائج کو وہ مال کافی ہو سکے۔ واللہ اعلم۔''

مذکورہ بالا آراء سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کے بارے میں کسی ایک رائے پر اجماعِ امت نہیں بلکہ اس معاملہ پر اسلاف کا اختلافِ رائے چلا آ رہا ہے۔ متاخرین میں سے سید سلیمان ندوی' مولانا امین احسن اصلاحی' مولانا محمد منظور نعمانی' مولانا ابو الکلام آزاد' مولانا ابو الاعلیٰ مودودی' علامہ یوسف القرضادی' علامہ رشید رضا وغیرہم ''فی سبیل اللہ'' کی مد کو محض قتال تک محدود نہیں سمجھتے۔

## دورِ حاضر کی صورتِ حال:

دورِ حاضر میں اسلام اور مسلمانوں کی کیفیت کا عالم یہ ہے کہ بقول اقبال:

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضہ سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی!

آج دنیا میں کہیں بھی اسلام غالب نہیں' بلکہ دشمنانِ اسلام اس قدر جری ہو چکے ہیں کہ وہ کھلم کھلا اسلامی عقائد و شعائر کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں اور بہت سے نام نہاد مسلمان بھی روشن خیالی اور اعتدال کے نام پر اسلامی تعلیمات کو مسخ کر رہے ہیں۔ یہ تخریبی کوششیں بڑے منظم انداز سے کی جا رہی ہیں اور ان کے لئے بڑی بڑی رقوم' تمام اسباب و ذرائع اور حکومتی اختیارات کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی تمام صورتوں کو بروئے کار لا کر بڑی تیزی کے ساتھ ذہنوں کو اسلام کی اصل تعلیمات سے برگشتہ کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف امتِ مسلمہ کی جانوں' املاک اور عزت کو انتہائی بربریت سے پامال کیا جا رہا ہے۔

عالمِ اسلام پر اہلِ مغرب نے سیاسی غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کی فکر کو مسخ کرنے کے لئے گمراہ کن نظامِ تعلیم نافذ کیا۔ اُن کا بنایا ہوا یہ نظام آج بھی جاری و ساری ہے اور اسے ہر طرح سے حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ دوسری طرف ایسے مدارس و ادارے بے سرو سامانی اور اسباب و وسائل کی قلت کا شکار ہیں جو مسلمانوں میں ایمانِ حقیقی' صحیح اسلامی فکر اور جذبۂ جہاد کی آبیاری کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں فی سبیل اللہ کی مد کے حوالے سے علماء کرام کو اپنی آراء پر نظرِ ثانی کرنی چاہئے۔ جس دَور میں ائمہ اربعہ نے اپنی

آراء دیں، وہ مسلمانوں کے غلبہ کا دَور تھا اور مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی حکومتیں کرتی تھیں۔ موجودہ دور میں مدارسِ اسلامیہ کے لئے اپنے اخراجات پورے کرنا مشکل ہوگئے ہیں۔ مدارسِ اسلامیہ اب زکوٰۃ کے ذریعے اپنے اخراجات پورے کررہے ہیں، لیکن اس کے لئے ان کو حیلہ کرنا پڑتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ بدلے ہوئے حالات کی وجہ سے اجتہاد کیا جائے اور فی سبیل اللہ کے حوالے سے دوسری رائے کو اختیار کرکے دینی مدارس اور احیائی تحریکوں کے کام کو زکوٰۃ کے ذریعے تقویت دی جائے۔ اسلام دشمنی کے لئے منظم انداز سے بے پناہ وسائل استعمال کیے جارہے ہیں۔ اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں بھی اسی شدت کے ساتھ جوابی تحریک برپا کرنی ہوگی اور زیادہ سے زیادہ وسائل بروئے کار لانے ہوں گے۔

فی سبیل اللہ کے مصرف کے تعین کے حوالے سے اجتہاد کی ضرورت برعظیم کے جید علماء بھی محسوس کرتے رہے ہیں۔ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے ایک سائل نے سوال پوچھا:

> ''عاملین کے متعلق تو فقہانے لکھ دیا ہے کہ ان کو بقدرِ عمل لے لینا جائز ہے، کیا مدرسین کی تنخواہیں اس زکوٰۃ کے مال سے کسی جزئیہ کے تحت دی جاسکتی ہیں؟ اگر کوئی ایسا جزئیہ نکل آوے تو مدرسہ چلنے کی صورت آسان ہوجاتی ہے۔ نیز کیا شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کے ہاں ایسی صورت میں روپیہ زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟''

جواب میں مفتی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

> ''چونکہ حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک بلاعوض ضروری ہے اور اس اصل سے سوائے عاملین کے اور کوئی مستثنٰی نہیں اس لئے حنفی اصول کے مطابق مدرسین کی تنخواہ زکوٰۃ سے نہیں دی جاسکتی۔ البتہ دیگر ائمہؒ کے مسلک کے موافق جو تملیک کو ضروری نہیں سمجھتے اور اُمورِ خیر میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں، اس کی گنجائش ہے کہ مدرسین کی تنخواہیں زکوٰۃ کے روپے سے ادا کردی جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ دینی تعلیم کی وجود و بقاء اسلامی عربی مدارس پر موقوف ہے، ان مدارس کی زندگی کا مدار آج کل زکوٰۃ پر ہی رہ گیا ہے۔ معاملہ اہم ہے مگر اس کا فیصلہ حنفیہ کے علماء متدین و موقعہ شناس اجتماعی رائے سے کرسکتے ہیں۔''
>
> (مصرف زکوٰۃ فی سبیل اللہ، صفحہ ۱۶۲)

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے معروف سکہ بند عالمِ دین بھی دینی مدارس کے لئے متدین و موقعہ شناس علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت دے رہے ہیں۔

سعودی عرب کے علماء اس سلسلہ میں اجتہاد کر چکے ہیں۔ رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی **المجمع الفقہ الاسلامی** نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۸۵ء میں' جو شیخ عبدالعزیز بن باز کی صدارت میں منعقد ہوا تھا' فی سبیل اللہ کے مصرف کے بارے میں درج ذیل قرارداد منظور کی:

۱) اس بات کے پیشِ نظر کہ دوسرے قول (فی سبیل اللہ کے مصرف کی وسعت) کا قائل علمائے مسلمین کا ایک گروہ ہے اور اس کی تائید بعض آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہے' مثلاً ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًی﴾ (جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' پھر اس خرچ کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دل آزاری کرتے ہیں ...... سورۃ البقرہ: ۲۶۲) نیز بعض احادیثِ شریفہ سے بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ابوداؤد کی یہ روایت کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی اللہ کی راہ میں دے دی اور اس کی بیوی حج کرنا چاہتی تھی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس پر سواری کرو' کیونکہ حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

۲) اور اس بات کے پیشِ نظر کہ مسلح جہاد سے مقصود اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ جہاں قتال کے ذریعہ بلند ہوتا ہے وہاں دعوت الی اللہ اور اشاعتِ دین کے ذریعہ بھی ہوتا ہے جس کے لئے داعیوں کو تیار کرنے اور ان کی امداد و اعانت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرسکیں۔ لہٰذا دونوں ہی باتیں جہاد میں شامل ہیں' چنانچہ امام احمد اور نسائی کی روایت ہے اور اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((جَاھِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ))

''مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال' اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ''۔

۳) اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسلام پر ملحدوں' یہود' نصاریٰ اور تمام دشمنانِ اسلام کی طرف سے کئے جانے والے فکری اور اعتقادی حملوں کا مقابلہ کرنا ہے اور اُن کو ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو اُن کی مادی اور معنوی مدد کرتے ہیں' اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بھی ویسے ہی ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کریں جن کے ذریعے وہ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں' بلکہ ان سے بھی زیادہ کاری ضرب لگانے والے اسلحہ سے۔

۴) اوراس بات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ممالک اسلامیہ میں جنگی معاملات کے لئے خاص وزارتیں تشکیل دی جاتی ہیں اوراس کے لئے ہر حکومت کے بجٹ میں مالی دفعات ہوتی ہیں' برخلاف دعوتی جہاد کے کہ اس کے لئے اکثر ممالک کے بجٹ میں امداد واعانت کے لئے کوئی رقم تجویز نہیں کی جاتی۔

ان تمام وجوہ سے یہ مجلس مطلق کثرتِ رائے سے طے کرتی ہے کہ دعوت الی اللہ اور جو چیزیں اس میں معاون ہوں اور جو کام اس کو تقویت پہنچانے والے ہوں وہ سب آیتِ کریمہ میں مذکور ''فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ'' کے معنی میں داخل ہیں۔''

(مصرف زکوٰۃ فی سبیل اللہ' صفحات: ۲۰۳۔۲۰۶)

**المجمع الفقه الاسلامی** مکہ مکرمہ کے اس فیصلہ کے پیشِ نظر فی سبیل اللہ کا مصداق ان تمام اُمور کو قرار دیا جاسکتا ہے جو دین کی دعوت' اس کی تدریس' اس کی نشر واشاعت اور اس کی خدمت سے متعلق ہیں۔

## بقیہ : نباتاتِ قرآن

ہے۔اس کے بعد یونان اور آسٹریلیا اور مسلم ممالک میں سے ترکی' ایران اور افغانستان میں انگور کی شراب سازی ہوتی ہے۔افغانستان میں طالبان کی حکومت کے عہد میں شراب سازی قطعاً بند ہوگئی تھی۔ پاکستان میں انگور کوئٹہ اور قلات کے علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔چمن کا انگور بہت مشہور ہے۔بلوچستان کے انگور کے دانے موٹے اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔انگور کی بیل تین چار سو سال تک پھل دیتی ہے۔

انگور کے طبی فوائد بہت ہیں۔ یہ دل' جگر' دماغ اور گردوں کو طاقت بہم پہنچاتا ہے۔ انسانی جسم میں حرارتِ غریزی پیدا کرتا ہے۔قدرت نے پوٹاشیم اور فاسفورس کے نمکیات کے علاوہ حیاتین اے' بی اور ڈی بھی اس میں شامل کیے ہیں۔

انگور کی اہمیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں گیارہ مرتبہ کیا ہے' اور نبی کریم ﷺ نے بھی انگور رغبت سے کھایا اور پسند کیا ہے۔

ooo